پروفیسر محمد یحییٰ

علامہ زمخشری اور ان کی علمی خدمات

علامة العصر ، فخر خوارزم [۱] صاحب کشاف المعروف زمخشری نے اقلیم خوارزم کے گاؤں زمخشر میں جنم لیا ۔ آپ کی ولادت ۲۷ رجب ۴۶۷ ھ چہار شنبہ کو ہوئی [۲]

نام و نسب: آپ کا اسم گرامی محمود بن عمر ، کنیت ابو القاسم ، نسبت الخوارزمی اور الزمخشری ، لقب ۔ اللّٰہ ہے ۔

علمائے سیر اور مؤرخین نے ان کے نسب میں اختلاف کیا ہے ۔ جلال الدین السیوطی [۳] اور زرکلی [۴] نے ان کا نسب نامہ محمود بن عمر بن محمد بن احمد بیان کیا ہے جب کہ ابن خلکان نے احمد کی بجائے عمر لکھا ہے ۔ السمعانی جو زمخشری کے ہم عصر ہیں ان کا نسب نامہ محمود بن عمر بن محمد بن محمد بن عمر بتاتے ہیں ۔ فرید و جدی ، امام جوزی [۵] اور ابن الاثیر [۶] نے بھی السمعانی ہی کی روایت کو اختیار کیا ہے اور صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔

ان کو زمخشر اور خوارزم کی وجہ سے الزمخشری اور الخوارزمی بھی کہا جاتا ہے ۔ ابن بطوطہ کے بیان کی روشنی میں الخوارزمی کی نسبت ان کے معتزلی ہونے کی وجہ سے ہے ۔ [۷]

---

[۱] زمخشری : معلقات زمخشری مرتبہ محمد سعید الرافعی مقدمہ کتاب ۔

[۲] وفیات : ج ۲ ، ص ۵۰۹ ، بروکلمان ضمیمہ ج ۱ ص ۵۰۷

[۳] جلال الدین السیوطی ، بغیة الوعاة ص ۳۸۸

[۴] زرکلی : الاعلام ج ۸ ، ص ۵۵

خاندان

علامہ زمخشری کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھاجو اپنی پاک بازی، علم‌پروری اور پابندیٔ شرع کی وجہ سے مشہور تھا ۔ ان کے خاندان کو مادی دولت سے فراواں حصّہ نہیں ملا تھا، لیکن روحانی دولت سے مالامال تھا ۔

والد کی نظر بندی اور وفات

ان کے والد اپنے عہد کے بڑے عالم ، ادیب ،عابدوزاہد متقی اور پرہیزگار تھے ۔ عالم شباب ہی سے دن کو روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا ان کا معمول تھا ۔ آغاز جوانی میں دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو گئی تھی ۔ چنانچہ زیادہ وقت مراقبے اور عبادات میں صرف کرتے تھے ۔ اپنے زہد و تقویٰ اور صبر و استقامت کی بنا پر امام‌زمخشر ہوئے [۸]

گردشِ روزگار اور مرورِ ایام کسی کو چین نہیں لینے دیتے ۔ خواہ کوئی گوشہ نشین عابد و زاہد ہو یا رند مشرب ۔ جو بھی زمانے کی تیز رفتار چکی کی زد میں آیا پس گیا ۔ کچھ ایسا ہی انجام اس عمدہ خصال شخص علامہ زمخشری کے والد کا ہوا ۔

موید الملک بن نظام الملک (المتوفی : ۴۹۴ ھ) کے زمانے میں ان کو نظر بندی کی سزا سنائی گئی اور ان کی جاگیر بحق سرکار ضبط کر لی گئی ۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بیوی بچوں اور اہلِ خانہ سے دور اور بے خبر قید زنداں میں ڈال دیے گئے ۔

باپ کی نظر بندی کے وقت زمخشری اپنے سب بہن بھائیوں سے بڑے تھے ، مگر سنِ بلوغت کو نہ پہنچے تھے ، باپ کی جدائی ، کم سنی اور مالی پریشانیوں کی وجہ سے وہ بہت

---

[۵] الجوزی ۔ المنتظم ج ۱۰ ، ص ۱۱۲

[۶] ابن الاثیر : اللباب ، ص ۵۰۶

[۷] رحلة ، ص ۲۲۱

[۸] کبری زادہ : مفتاح السعادہ ، ج ۱ ، ص ۴۳۳

مغموم ہوئے ، لیکن غیبی امداد نے ان کو حوصلہ اور صبر عطا کیا ۔

زمخشری نے اپنی اور اہلِ خانہ کی حالتِ زار اور درماندگی و عسرت کے پیشِ نظر مؤید الملک کے حضور اپنے باپ کی رہائی اور جاگیر کی بازیابی کی درخواست پیش کی ، جس کی موید الملک کے دربار میں کوئی پذیرائی نہ ہوئی اور درخواست ٹھکرا دی گئی ۔ اس طرح یہ عالم و فاضل اورمتقی و پرہیزگار شخص عین عالمِ شباب میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلتا ہوا قیدِ حیات اور بندِ حکومت سے نجات پا گیا ۔

باپ کی وفات کے وقت زمخشری سنِ بلوغت کو پہنچ چکے تھے اور تحصیلِ علم کے لیے زمخشر سے باہر تشریف لے گئے تھے ۔ باپ کی وفات کا علم ہوا تو خدا سے صبر کی دُعا کی اور ایک نہایت دردانگیز مرثیہ لکھا ، جس میں اپنے والدِ محترم کی صفات اور اعلٰی اخلاق کا نہایت عمدہ پیرائے میں تذکرہ کیا ۔ یہ مرثیہ ایک دردمند بیٹے کے دِلی جذبات کا صحیح آئینہ دار ہے ۔ [۹]

زمخشری خود بیان کرتے ہیں کہ جب ان کے والد کا انتقال ہوا ، وہ حصولِ علم کے لیے اپنے گاؤں سے باہر گئے ہوئے تھے ۔ ان کے والد پر ان کی جدائی بڑی شاق گزری اور وہ اپنے والد کی جدائی سے انتہائی رنجیدہ خاطر ہوئے ، خود لکھتے ہیں :

پہلے میں ان کی جدائی پر شکوۂ الم کرتا تھا ، لیکن اب تو وہ غم ہمیشہ کے لیے میرے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے ۔ میرے لیے ان کے بعد زندگی میں کیا دلچسپی رہ گئی ہے ؟ اس مفہوم کو وہ یوں ادا کرتے ہیں :

قدکنتُ اشکو فراقا قبل معظما
وکیف لی بعدہ بالعیش منتفع [۱۰]

---

[۹] الجوینی : منہج الزمخشری ، ص ۲۵ ، ۲۶
[۱۰] مخطوطہ دیوان الادت ورق ۷۶ بحوالہ الجوینی ص ۲۶

والــــده

زمخشری کی والدہ کے متعلق بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ان کے بچپن میں ہی وفات پا گئی تھیں ۔ کیونکہ زمخشری نے اپنے والد کی رہائی کے لیے جو درخواست پیش کی، اس میں والدہ کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کیا ۔ زمخشری خود بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ بڑی نرم دل اور انتہائی شفقت کرنے والی خاتون تھیں ، جو انسان تو انسان جانور کی بے بسی دیکھ کر بھی پریشان ہو جاتی تھیں ۔ ۱۱ ؎

اس سلسلے میں زمخشری اپنے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ " ایام طفولیت میں ایک مرتبہ انھوں نے ایک چڑیا پکڑی اور اس کے پاؤں سے دھاگہ باندھ دیا ۔ چڑیا نے رہائی کی کوشش کی اور زمخشری کے ہاتھ سے نکل کر اڑ گئی ۔ لیکن دھاگے نے چڑیا کو پھر دام میں پھنسا دیا ۔ اس کھینچا تانی میں چڑیا کی ٹانگ ٹوٹ گئی ۱۲ ؎ جب انکی والدہ کو بیٹے کی اس حرکت کا علم ہوا تو سخت ناراض ہوئیں اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا کہ خدا کرے تمھارا پاؤں بھی اسی طرح ٹوٹے، جس طرح تم نے ایک مجبور اور بے بس پرندے کا پاؤں توڑا ہے ۔

قطع اللہ رجلک ... کما قطعت رجلہٗ

اتفاقاً ایام جوانی میں زمخشری کا پاؤں ٹوٹ گیا ،جسے انھوں نے والدہ کی بددعا سے تعبیر کیا ۔ ۱۳ ؎

زمخشری کے پاؤں ٹوٹنے سے متعلق مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں ۔ بعض نے کہا کہ وہ بچپن ہی میں گر گئے تھے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا جو بعدازاں کاٹ دیا گیا تھا ۔ ۱۴ ؎

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اقلیم خوارزم کی سردی کی

---

۱۱ ؎ الجوینی : منہج الزمخشری ، ص ۲۵ ، ۲۶

۱۲ ؎ ابن خلکان : وفیات ، ج ۲ ، ص ۵۱۰

۱۳ ؎ الجوینی : منہج الزمخشری ، ص ۲۵ ، ۲۶

۱۴ ؎ کبری زادہ : مفتاح السعادہ ، ج ۱ ، ص ۴۳۲

وجه سے ان کا ایک پاؤں مفلوج ہو گیا تھا ۔ اس کی وہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ " میں نے وہاں ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جن کے اعضا مفلوج ہو گئے ہیں " [۱۵]

زمخشری کی تعلیم

زمخشری کے والد نے جب دیکھا کہ پاؤں کٹ جانے سے بیٹا لاچار اوراپاھج ہو گیا ہے تو کوئی ایسا ہنر سیکھنے کا مشورہ دیا جس کے لیے چلنے پھرنے کی مشقت نہ اٹھانی پڑے ۔ انھوں نے درزی کا کام سیکھنے کو کہا ، لیکن زمخشری نے تحصیل علم کے لیے کسی شہر میں جانے کی خواہش ظاہر کی ۔ چنانچہ والد نے بیٹے کو پکڑا اور بخارا چلے گئے ، جہاں علما کی کثرت اور علم کی فراوانی دیکھ کر بیٹے کو وہیں چھوڑ آئے اور خود واپس آگئے ۔ زمخشری مختلف اساتذہ سے کسبِ فیض کرتے رہے ، جن میں سے مندرجہ ذیل اساتذۂ فنون کا ذکر ملتا ہے ۔

اساتذہ

زمخشری کے اساتذہ کی فہرست بڑی طویل ہے ۔ اس فہرست میں سے مندرجہ ذیل اساتذہ کا پتہ چلتا ہے ۔ [۱۶]

۱ ۔ ابومضر محمود بن جریر الضبی الاصفہانی النحوی (متوفی : ۵۰۷ ھ)

۲ ۔ ابوالخطاب احمد بن عبداللہ البطر (متوفی ۴۹۴ھ)

۳ ۔ ابو منصور نصر الحارثی

۴ ۔ ابو سعد الشقانی

۵ ۔ ابوالحسن علی بن مظفر (یاقوت حموی نے اپنی معجم میں ان کا نام زمخشری کے اساتذہ میں درج کیا ہے ، حالانکہ ان کا سنِ وفات ۴۴۲ ھ ہے ، جب کہ زمخشری اس سے ۲۵ سال بعد ۴۶۷ ھ میں پیدا ہوئے ۔ معلوم ہوتا ہے اس میں حموی کو سہو ہو گیا ہے اور وہ اشتباہ کا شکار ہو گئے

---

[۱۵] ابن خلکان : وفیات الاعیان ج ۲ ، ص ۱۹۸

[۱۶] الجوینی : المنہج الزمخشری ، ص ۲۷

ھیں ۔) [17]

٦ ۔ ابومنصور موھوب بن ابی طاھر احمد بن محمد بن الجعفر الجوالیقی البغدادی (متوفی : ۵۳۹ ھ)

٧ ۔ شیخ السدید الخیاطی

٨ ۔ رکن الدین محمود الاموی

٩ ۔ ابونصر الاصفہانی

١٠ ۔ عبداللہ بن طلحة الیابری (متوفی : ۵۱۸ ھ)

زمخشری کے تمام اساتذہ یکتائے روزگار ، نوابغ عصر اور علم میں کامل اور ماہر تھے ۔ لیکن ان میں سب سےزیادہ مشفق اور زمخشری کی شخصیت کو اجاگر کرنے والے ، علم لغت و نحو میں بے مثال ملقب بہ فرید العصر ابو مضر محمود بن جریر الضبی تھے ۔ یہ وہ عبقری شخصیت تھے ، جنہو ں نے معتزلہ فرقے کی خوارزم میں ترویج کی ۔

ابو مضرالضبی عربی النسل تھے اور عرب عصبیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ھوئی تھی ۔ یاقوت نے ان کی طرف ایک کتاب (زادالراکب) منسوب کی ھے ۔

زمخشری جب ان کے حلقۂ درس میں شریک ھوئے تو ابومضر الضبی کی نظر کامل نے اپنے گوھر مقصود کو پا لیا اور زمخشری پر علوم کا خوب فیضان کیا ، جس کا اظہار زمخشری کی المفصل اور اساس البلاغة میں نحوی اور لغوی مباحث میں کیا گیا ھے ۔

ابومضر الضبی معتزلی تھا ۔ لہذا اس نے زمخشری میں ابتدا ھی سے معتزلہ خیالات راسخ کرنا شروع کر دیے ۔ کیونکہ وہ زمخشری کو بحیثیت معتزلی داعی کے اپنا صحیح جانشین بنانا چاہتا تھا ۔

رحلات

زمخشری کے دل میں آغازحیات ھی سے اپنے مستقبل کے بارے میں بہت سی آرزوئیں موجزن تھیں ۔ ان کے سامنے ایک

---

[17] یاقوت : معجم ج ١٩ ، ص ١٢٧

بلند مقصدِحیات تھا ، جس پر ان کے شاندار مستقبل کا دارومدار تھا ۔ اپنے گھرانے کی مفلوک الحالی اور عسرت کے پیشِ نظر زمخشری اپنی زندگی میں کسی بلند علمی منصب پر فائز ہونا چاہتے تھے ۔ لیکن زمخشری ایک خوددار ، باوقار غیور انسان ہونے کی بنا پر کسی کے سامنے اپنی ضروریات کے لئے دستِ سوال دراز کرنا باعثِ ندامت سمجھتے تھے ، خوشامد سے اپنی خودداری کو ٹھیس پہنچانا ان کے مشرب کے خلاف تھا ۔ غمِ روزگار نے مشکلات میں مبتلا کیا تو زمخشری نے ترکِ وطن کا ارادہ کیا اور خراسان کے لیے رختِ سفر باندھا ، جہاں والیٔ خراسان مجیب الدولہ ابوالفتح علی بن الحسین الاردستانی کے حضور اپنی نحو کی کتاب الانموذج اور شرح ابیات الکتاب پیش کیں ۔ لیکن والی نے کوئی خاص پذیرائی نہ کی تو آپ اصفہان تشریف لے گئے اور ابوالفتح ملک شاہ سلجوق [18] (متوفی : ٥١١ ھ) کی خدمت میں مدحیہ قصیدہ پیش کیا ،لیکن اس سے انعام و اکرام کا کوئی مطالبہ نہ کیا ۔

٥١٢ ھ میں زمخشری اصفہان میں سخت بیمار ہوگئے ۔ اس بیماری کا نام الجوینی نے " الناھکة "لکھا ہے۔اس بیماری میں زمخشری نے اللّٰہ تعالی سے توبہ کی اور عہد کیا کہ اللّٰہ تبارک انہیں شفا دے تو وہ علمی و فکری کاموں میں مشغول ہو جائیں گے ۔ نیز دنیاوی حرص و طمع سے چھٹکارا پانے کی بھی توفیق مانگی ۔ روبہ صحت ہونے پر مکہ معظمہ کا سفر کیا ۔ مکہ معظمہ میں انہوں نے دو سال قیام کیا [19] دورانِ قیام وہ تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں مشغول رہے ۔ یہیں پر انہوں نے عبداللّٰہ بن طلحہ الیابری (متوفی ٥١٨ ھ) سے " الکتاب " پڑھی ۔ قیام مکة کی نسبت سے انہیں جارُاللّٰہ (اللّٰہ کے گھر کا پڑوسی) کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے اور اپنے قیام مکہ المکرمہ کے دوران انہوں نے سرزمینِ عرب کی خوب سیر و سیاحت کی ۔ خود کہتے ہیں :

---

[18] تاریخ آل سلجوق ۔ ص ٥٨
[19] زمخشری ۔ اساس البلاغہ ج ١ ، ص ٤٢ مادہ (ت ۔ ر ۔ ب)

وطئت كل قرية في ارض العرب [٢٠]

وطن کو واپسی

دو سال سرزمینِ عرب میں قیام کے بعد وطن کی محبت نے انگڑائی لی اور ان گلی کوچوں کی یاد نے ستایا جہاں بچپن گزارا تھا ۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے واپس وطن لوٹے اور فراق بیت اللہ میں ایک قصیدہ کہا ، جس میں مکہ معظمہ چھوڑنے کا نہایت حزن و ملال کے ساتھ اظہار کیا ہے ۔

بکاء علی ایام مکة ان بی
الیها حنین النیب فاقدة البکر
وقد ألا این الحطیم و زمزم
و مالی محجوز؟ عن الرکن والحجر

جب علامہ زمخشری واپس خوارزم پہنچے تو محمد بن شتگین ملقب بخوارزم شاہ (المتوفی : ۵۲۱ ھ) خوارزم کا حکمران تھا ، جو اهلِ علم اور اصحابِ ادب کا انتہائی قدردان اور مربّی تھا ۔ خوارزم شاہ نے زمخشری کی بہت قدر کی اور خوب انعام و اکرام سے نوازا ۔ ۵۲۱ ھ میں خوارزم شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بہاء الدین علاءالدولہ ابوالمظفر أتسزؔ ابن خوارزم شاہ (متوفی : ۵۵۱ ھ) والئِ خوارزم ہوا اس نے زمخشری کی بہت عزت و توقیر کی اور ان کی قدر پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ۔

بیت اللہ کی زیارت اور خانۂ خدا کی حاضری ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے اور پھر جس نے ایک دفعہ بیت اللہ کے انوار کی تجلی کا مشاہدہ کر لیا ، اسے تو ہر وقت اس گھر کی زیارت کی آرزو دامن گیر رہتی ہے ۔ چنانچہ زمخشری کو بھی بیت اللہ کی زیارت نے بے قرار کیا ۔ اور انھوں نے رختِ سفر باندھا اور ۵۲۶ ھ میں دوبارہ مکہ مکرمہ جانے کے لیے شام کے راستے سے یہ مبارک سفر اختیار کیا ۔

راستے میں سیر و سیاحت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے

---

[٢٠] ابن خلکان : وفیات جلد ۲ ۔ ص ۱۹۸

اور وهیں بیت اللہ میں بیٹھ کر اپنی معرکۃ الاراء کتاب " الکشاف " قلم بند کی ۔ زمخشری اپنے اشعار میں اس کا ذکر اس طرح کرتے هیں :

فجاورت ربی وهو خیر مجاور
لدی بیتہ المحرم عاکفا
اقمت باذن اللہ خمسًا کواملا
وصادفت سبعا بالمعروف واقعا
وتمّ لی الکشاف ثم ببلدۃ
بها هبط التنزیل للحق کاشفا [۲۱]

ان اشعار سے پتہ چلتا هے کہ وہ پانچ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رهے ۔

خوارزم کو واپسی

قیام مکہ میں اپنی تفسیر کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں پھر وطن کی محبت نے جوش مارا اور واپس خوارزم جانے کو دل مچلنے لگا ۔ مکہ مکرمۃ سے واپسی پر بغداد کا راستہ اختیار کیا ۔ [۲۲] مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتے هوئے ۵۳۳ ھ میں بغداد پہنچے ، جہاں ابومنصور الحوالیقی کے هاں نحو کی کتابیں پڑھیں ۔

قیام بغداد کے دوران ابوالخطاب نصر بن احمد ، ابو منصور الحارثی اور ابو سعد الشقانی سے حدیث کا سماع کیا اور نصر بن البطر سے بغداد میں مناظرے کیے اور یہیں کتاب " الفائق فی الحدیث " لکھی ۔

وفات

بغداد سے جرجانیہ تشریف لائے ، جہاں شب عرفہ ۵۳۸ ھ میں وفات پائی ۔ موت سے کسی کو مفر نہیں ۔ کل من علیها فان و یبقی وجہ ربک ذوالحلال والاکرام ساقی ازل کے هاتھوں

---

۲۱ ہ الجوینی : منہج الزمخشری ۔ ص ۴۰
۲۲ ہ ایضاً ۔ ص ۴۲

زندگی کے پیمانے بھرتے ہیں اور چھلک جاتے ہیں ۔ لیکن بعض پیمانے ایسے ہوتے ہیں جن کے چھلک جانے سے ایک دنیا غم ناک ہو جاتی ہے ۔ موت العالِم موت العالَم۔

دنیائے علم و ادب کا یہ آفتاب جو زمخشر کے افق پر طلوع ہوا ، زندگی کی اکہتر (۷۱) منزلیں طےکر کےجرجانیہ کی سرزمین میں ہمیشہ کے لیے ۵۳۸ ھ میں غروب ہو گیا ۔ ابن بطوطہ کے قول کے مطابق زمخشری کی قبر خوارزم کے باہر ہے جس پر گنبند بنا ہوا ہے ۔

زمخشری نے تجرد کی زندگی گزاری اور زندگی کا ایک ایک لمحہ حصولِ علم اور خدمتِ علم میں بسر کیا ۔ اپنی تصانیف اور شاگردوں کو بہترین اولاد تصوّر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

وحسبی تصانیفی و حسبی روا تھا
بنین بھم سیقت الی مطالبی ـــہ[٢٣]

علمی مرتبہ

تجرد پسندی نے زمخشری کو بیوی بچوں کی الجھنوں سے دور رکھا اور پوری زندگی حصولِ علم اور اشاعتِ علم میں گزار دی ۔ ذوقِ تصنیف اور تلامذہ ہی ان کا مرکزِ محبت تھے ، اور یہی ان کی اولا تھی ۔

انھوں نے مختلف علوم و فنون مثلاً تفسیر ، حدیث ، لغت نحو ، ادب ، عروض ، امثال ، جغرافیہ ، غرض تمام فنون اور علوم عربیہ کی تحصیل کی اور پھر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے ۔ شعر و شاعری سے بھی شغف تھا ۔ چنانچہ تمام اشعار کو ایک دیوان کی صورت میں جمع کیا ۔ زمخشری کو اپنے عملی مرتبے کا احساس تھا ، اس لیے وہ علم و ادب میں اپنے اس امتیاز پر فخر کرتے تھے ۔

تصانیف

ابن خلکان نے علامۃ زمخشری کی اکیس کتابوں کا ذکر

ـــہ[٢٣] منھج الزمخشری للجوینی ۔ ص ٣٣

کیا ہے ۔ یاقوت حموی نے پچاس مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کی تعداد لکھی ہے ۔ یاقوت چونکہ زمخشری کے قریب کے زمانے کے ہیں ، لہذا ان کی بات میں زیادہ وزن ہے ۔ ان کی کتب کی فہرست درج ذیل ہے ۔

١ ۔ الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التاویل فی التفسیر : مطبوعہ [٢٢]
٢ ۔ کتاب متشابہ اسماء الرواۃ فی علم الحدیث : مطبوعہ
٣ ۔ الفائق فی غریب الحدیث : مطبوعہ
٤ ۔ نکت الاعراب فی غریب الاعراب فی غریب اعراب القرآن نحو : مطبوعہ
٥ ۔ المفصل ۔ نحو : مطبوعہ
٦ ۔ حاشیہ علی المفصل : مطبوعہ
٧ ۔ شرح المفصل : مطبوعہ
٨ ۔ الانموذج فی النحو : مطبوعہ
٩ ۔ المفرد المولف فی النحو :
١٠ ۔ الامالی فی النحو :
١١ ۔ مختصر الموافقة بین اہل البیت والصحابة :
١٢ ۔ الاصل لابی سعید الرازی :
١٣ ۔ الکلم النوابغ فی المواعظ :
١٤ ۔ اطواق الذہب فی المواعظ :
١٥ ۔ المقامات فی المواعظ :

علم تفسیر میں علامہ زمخشری نے الی الآخر معرکة الاراء تفسیر " الکشاف عن الحقائق التنزیل و عیون الا قاویل فی وجوہ التاویل " لکھی ۔ اپنی اس کتاب میں انھوں نے معتزلی عقائد کے تحت قرآن مجید کی تفسیر کی ہے ۔

معتزلہ کی مختصر تاریخ

اس فرقے نے اموی عہد میں بال و پر نکالے اور عباسی خلافت میں عرصۂ دراز تک اسلامی مرکز پر حاوی رہا ۔ اس فرقے

---

[٢٢] معجم الادباء ۔ ج ١٩ ۔ ص ١٣٢

کے زمانۂ ظہور میں اختلاف ہے ۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست برداری کا اعلان کیا تو اصحابِ علی کی ایک جماعت سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو گی اور اس کی سرگرمیاں صرف عقائد تک محدود ہو گئیں ۔

ابو الحسن الطرائفی اپنی کتاب " اهل الاهواء و البدع" میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا نام معتزلہ رکھا ، اس لیے کہ جب حضرت حسن بن علی نے حضرت امیر معاویہ کی بیعت کی اور خلافت انہیں تفویض کر دی تو ان لوگوں نے حسن اور معاویہ دونوں سے کنارہ کشی کر لی ، اور سب سے الگ ہو گئے ۔ یہ لوگ اصحابِ علی تھے ۔ اب ان کی سرگرمیوں کا مرکز و محور گھر تھا یا مسجد ۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ہمیں صرف علم اور عبادت سے سروکار ہے ۔ دوسری کسی شے سے تعلق نہیں ۔ [۲۵]

دراصل خلافت کا مسئلہ پہلا مسئلہ تھا ، جس کی بنیاد پر مسلمانوں میں اختلافات نے شدت اختیار کرلی تھی۔ مسلمانوں کی آرا اس مسئلے میں باہم مختلف ہوتی چلی گئیں اور اسی اختلاف کی بنا پر عصرِ اوّل میں اسلام کے اہم ترین فرقوں نے جنم لیا اور یہ اہم فرقے خوارج ، شیعہ اور مرجیۂ تھے [۲۶]

معتزلہ کی وجہ تسمیہ

معتزلہ کی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف آرا بیان کی جاتی ہیں ۔

۱ ۔ ان کا لقب معتزلہ اس لیے رکھا گیا کہ واصل اور عمرو بن عبید نے امام حسن بصری کے حلقۂ درس سے الگ ہو کر اپنا مستقل الگ حلقہ قائم کر لیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ قطعی کافر ہوتا ہے ، نہ مطلقا

---

[۲۵] اسلامی مذاہب : ابوزہرہ مصری ۔ ص ۲۱۲
[۲۶] احمد امین مصری : فجر الاسلام ۔ ج ۱ ۔ ص ۲۱۰

مومن - بلکه ان دونوں کے درمیان اس کا ایک درجه و مقام هے - (المعتزلة بین المنزلتین) اس وجه سے ان کا نام معتزله پڑ گیا - ۲۷ ؎

۲ - دوسری رائے یه هے جسے المرتضیٰ[1] نے اپنی کتاب المنیة والامل میں نقل کیا هے که اس گروه کا نام معتزله اس لیے پڑا که وه تمام نئے پیدا شده اقوال سے الگ تھلگ رهتے تھے - مثلاً مرجئه کے نزدیک مرتکب کبیره مومن هی رهتا هے- خوارج میں سے ازارقه اسے کافر سمجھتے هیں اور حسن بصری اسے منافق کہتے هیں - واصل اور اس کے مؤیدین نے ان تمام اقوال کی مخالفت کی اور کہا که وه نه تو مومن هوتا هے نه کافر - اور معتزله کی یه رائے ایک نئے رجحان کی ترجمان هے - ۲۸ ؎

عبدالقادر بغدادی الفرق بین الفرق میں لکھتے هیں که جب واصل بن عطا نے حسن بصری کی مجلس سے علیحدگی اختیار کر کے مسجد کے ایک کونے میں اپنی جگه بنا لی اور ساتھ عمرو بن عبید بھی اس سے مل گیا تو لوگوں نے کہا یه دونوں امت کے قول سے الگ هو گئے - ۲۹ ؎ انهما قداعتزلا قول الامة -

سمعانی " الانساب " میں رقم طراز هیں که معتزله کی نسبت ، اعتزال کی هے - اعتزال کے معنی الگ هونے اور اجتناب برتنے کے هیں - ایک خاص جماعت اس سے اس لیے منسوب اور موسوم هوئی که عمرو بن عبید نے نئی بدعات پیدا کیں اور حسن بصری کی مجلس سے الگ هوگئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی الگ هوگئی - ۳۰ ؎

طبری ، ابن الاثیر اور ابوالفدا نے بھی اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا هے - لیکن اکثر مصنفین اور مؤرخین اس

---

۲۷ ؎ الشهرستانی : الملل والنحل - ج ۱ - ص ٦٥

۲۸ ؎ المرتضیٰ[1] : طبقات المعتزله - ص ۵

۲۹ ؎ البغدادی : الفرق بین الفرق - ص ۲۱

۳۰ ؎ السمعانی : الانساب - ص ۵۳٦

بات پر متفق هیں کہ امام حسن بصری اور واصل بن عطا کے درمیان اختلاف کا سبب جو سب سے پہلے پیدا هوا ، وہ مرتکب کبیرہ گناہ کے متعلق یہ امر تھا کہ کیا وہ کافر هے یا مومن ؟ یہ مسئلہ اگرچہ بظاهر دینی معلوم هوتا هے ، لیکن اس کی گہرائی میں بعض بڑے بڑے سیاسی مسائل بھی پوشیدہ تھے - ۳۱ ـه

اهلِ التوحید و العدل

اکثر معتزلہ اپنے لئے اس نام کو پسند نہیں کرتے تھے- وہ خود کو " اهل التوحید و العدل " کہتے تھے -اهل التوحید اس لیے کہ وہ اللہ کی صفات کی نفی کرتے تھے - اهل العدل اس لیے کہ وہ خدا کو ان تمام باتوں سے منزہ قرار دیتے تھے جو ان کے مخالفین کہتے تھے کہ اللہ نے بندوں کے لیے معاصی کو خود هی مقرر کر دیا هے اور پھر ان کو عذاب دینے کے کیا معنی - اس کے برعکس انہوں نے کہا کہ انسان اپنے اعمال میں آزاد هے - اسی وجہ سے وہ جو کچھ کرتا هے ، اس پر عذاب دیا جائے گا اور یہی عدل کا تقاضا هے - ۳۲ ـه

معتزلہ کے اصولِ خمسہ

ابو الحسن خیّاط اپنی کتاب الاختصار میں لکھتے هیں ، کوئی شخص جب تک مندرجہ ذیل اصول خمسہ کو نہ مانتا هو ، " معتزلی " کہلانے کا سزاوار نہیں هوسکتا -

۱ - توحید ۲ - عدل ۳ - وعدہ وعید ۴ - کفر و اسلام کی درمیانی منزل کا اقرار ۵ - امربالمعروف اور نہی عن المنکر -

توحید

توحید ، فرقۂ معتزلہ کا جوهر و خلاصہ اور روح هے - امام ابو الحسن اشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں توحید

---

۳۱ ـه احمد امین مصری : فجر الاسلام - ج ۱ - ص ۳۵۸
۳۲ ـه الشهرستانی : الملل و النحل - ج ۱ - ص ۴۵

کے بارے میں معتزلہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

خدا ایک ہے – لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیئٌ وَّھُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ –

نہ وہ جسم رکھتا ہے ، نہ ہاتھ ، نہ اس کا جثہ ہے ،نہ صورت، خون بھی نہیں ، گوشت بھی نہیں – نہ جوہر ہے ، نہ عرض ، نہ اس کا کوئی رنگ ہے نہ ذائقہ ، خوشبو بھی نہیں – اسے چھوا بھی نہیں جاسکتا – نہ اس میں حرارت ہے نہ برودت ،نہ رطوبت ہے نہ یبوست ، طول بھی نہیں – عرض بھی نہیں ، عمق بھی نہیں – نہ اس میں اجتماع ہے نہ افتراق – نہ متحرک ہے نہ ساکن – نہ اس کے الگ اجزا ہیں – وہ جوارح اور اعضابھی نہیں رکھتا – وہ ذی جہات بھی نہیں – نہ اس کا کوئی دایاں ہے نہ بایاں ، نہ آگا ہے نہ پیچھا – اوپر بھی نہیں نیچے بھی نہیں – کوئی مکان اس کا احاطہ نہیں کرسکتا – زمانہ اس پر حاوی نہیں ہوسکتا – وہ جدا بھی نہیں اور ملا ہوا بھی نہیں – نہ اماکن میں وہ حلول کرتا ہے – اسے کسی ایسے وصف سے متصف نہیں کیا جاسکتا جو خلق میں پائے جاتے ہیں اور حادث وفانی ہیں – نہ اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ متناہی ہے – اسے ناپا بھی نہیں جاسکتا – وہ مختلف جہات میں سمایا ہوا نہیں – وہ محدود بھی نہیں – نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا – تقدیریں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں – پردے اسے مستور نہیں کرتے – وہ حواس کے ادراک سے بالا ہے – اسے لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا – وہ مخلوق سے کسی طرح مماثلت نہیں رکھتا – نہ اس پر آفات کا نزول ہوسکتا ہے – نہ مصیبتیں اسے گھیر سکتی ہے – ہر وہ بات جو تصور میں آسکتی ہے ، ہر وہ تصور جو وہم میں آسکتا ہے ، اس کی مشابہت سے ماورا ہے – وہ اول ہے – سابق ہے – متقدم ہے – مخلوقات سے قبل موجود – وہ عالِم ہے – قادر ہے – زندہ ہے – نہ اسے آنکھ دیکھ سکتی ہے – نہ بینائی اس کا ادراک کر سکتی ہے – اوہام اس کا احاطہ نہیں کرسکتے – سماعت اسے سن نہیں سکتی صرف وہی معبود ہے ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں – نہ کوئی اس کے اقتدار میں شریک ہے ، نہ اس کا کوئی وزیر مختار ہے – اس نے کوئی چیز مثال دیکھ کر پیدا نہیں کی – نہ اس میں

کسی طرح کی کوتاھی یا کمی ھے ـ نہ مجبوری اور بےچارگی ھے ـ نہ اس کی بیوی ھے نہ اولاد ـ ۳۳

عقیدۂ توحید کے نتائج

معتزلہ انہی اصول کے پیشِ نظر قیامت کے دن رویتِ باری تعالی کو محال سمجھتے تھے ـ کیونکہ اس سے خدا کی جسمانیت اور جہت لازم آتی ھے ـ نیز یہ کہ صفات ، ذات سے غیر نہیں ھیں ، ورنہ تعدّدِ قدماء لازم آئے گا ـ

اس پر بنیاد رکھتے ھوئے وہ قرآن کو مخلوق سمجھتے تھے ـ کیونکہ وہ صفت کلام کو خدا کی صفت قرار نہیں دیتے تھے ـ ۳۴

عدل

قانونِ عدل سے معتزلہ دراصل جہم ؒ کے اس نظریے کی تردید کرنا چاہتے تھے کہ بندہ اپنے فعل میں مختار نہیں ـ لہذا اس کو ذمہ دار قرار دینا ظلم ھے ـ کیونکہ اس کا کوئی مطلب نہیں کہ ایک شخص کو کسی بات کا حکم دیا جائے اور پھر حکم دینے والا ھی اس کی مخالفت کرے اور نہ کسی فعل سے روکنے کا کچھ مطلب ھے ـ جب کہ منع کنندہ خود اس کو اس فعل کے ارتکاب کے لیے جبر کرے ـ

اس بنا پر معتزلہ کا عقیدہ یہ ھے کہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ھے اور خدا خالقِ افعال نہیں ـ لیکن اس کے ثابت کرنے میں یہ امر ملحوظ رکھا کہ اللہ تعالی کو عجز سے منزہ رکھا جائے ـ لہذا انہوں نے کہا کہ یہ اس قدرت کے باعث ھے کہ جو اللہ نے بندوں کو ودیعت کی اور ان کے لیے خلق کی ھے ـ وہ عطا کرنے والا ھے اور اسے یہ قدرتِ تامہ حاصل ھے کہ جو کچھ اس نے عطا کیا اسے سلب کر لے ـ ۳۵

عقل کا غلبہ

---

۳۳ مقالات اسلامیین ـ ج ۱ ، ص ۲۱٦ ـ ۲۱٧ ـ بحوالہ اسلامی مذاھب : ابوزھرہ ـ ص ۲۱۵ ـ ۲۱٦

۳۴ ابوزھرہ مصری : اسلامی مذاھب ـ ص ۲۱٦

۳۵ ابوزھرہ : اسلامی مذاھب ـ ص ۲۱۸

معتزلہ عقل کے تسلط کے قائل تھے ۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ عقل ، حسن و قبح کی معرفت حاصل کر سکتی ہے ، خواہ شریعت نے کسی بات کے حسن و قبح کو بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو ۔ ہر چیز کی ایک صفت ہوتی ہے جو اسے حسین و قبیح بناتی ہے ۔ چنانچہ سچائی اور صدق میں ایک ذاتی صفت ہے ، جس نے اسے حسین بنا دیا ہے اور جھوٹ اور کذب میں ایک ذاتی صفت ہے جس نے اسے قبیح بنا دیا ہے ۔ ؁[٣٦]

اس اصول کو وضع کرنے کی بڑی وجہ غالباً کچھ لوگوں کی وہ سختی تھی جو احادیث کے متعلق ان میں پائی جاتی تھی ۔ اگر انہیں کسی مسئلے میں حدیث نہیں ملتی تھی تو اپنے دماغ سے کچھ کہنے کی جرأت نہیں کرتے تھے ۔ معتزلہ نے ان خطرات کو محسوس کیا جو آگے چل کر عقل کو اس درجہ معطل کر دینے سے ، لوگوں کو پیش آنے والے تھے ۔ چنانچہ مامون اور معتصم عباسی خلفا نے اعتزال کو اپنایا اور ان کے عہد کے محدثین نہایت کڑی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے ۔ امام احمد بن حنبل کو قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا ۔ ؁[٣٧]

عمرو بن عبید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نشانۂ تنقید بناتا تھا اور ان کی روایات میں طعن کرتا تھا ۔ اُس نے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت معاویہ کو خائن قرار دیا ۔ الغرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں ۔

آزاد روی

یہ لوگ بحث و تحقیق ، وزنِ ادلّہ اور دیگر امور میں بزعم خود سوچ بچار کے عادی تھے ۔ دوسروں کے پیچھے چلنے کے قائل نہ تھے ۔ یہ آراء کا احترام کرتے تھے ، ناموں سے مرعوب نہ ہوتے تھے ۔ ان کو حقیقت سے غرض نہ تھی ۔ ان کی روش کا محور یہ تھا کہ اصولِ دین میں اجتہاد سے کام لینے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے ۔ شاید یہی وجہ تھی کہ یہ فرقہ بہت سے ذیلی فرقوں میں بٹ گیا ۔ ان کے مشہور فرقے

؁[٣٦] الشہرستانی : الملل والنحل ۔ ج ١ ۔ ص ٣٥
؁[٣٧] احمد امین مصری : فجر الاسلام ۔ جلد ١ ۔ ص ٣٦٥،٣٦٦

مندرجہ ذیل ہیں ۔ ۳۸ ہ

۱ ۔ غیلانیہ : غیلان دمشقی کے پیروکار تھے ۔ ہشام بن عبدالملک نے غیلان کو قتل کرادیا تھا ۔

۲ ۔ واصلیہ : یہ واصل بن عطا کے پیروکار تھے، جو معتزلہ میں بڑی نمایاں شخصیت کا مالک تھا ۔ معتزلہ میں یہ پہلا شخص تھا ، جس نے کہا تھا کہ فاسق ، نہ مومن ہوتا ہے نہ کافر ، نہ منافق نہ مشرک ۔

۳ ۔ عمرویہ : یہ عمرو بن عبید کے پیروکار تھے اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے منکر تھے

۴ ۔ ہذیلیہ : یہ ابوالہذیل محمد بن ہذیل علاف کے متبعین تھے ، جو دوسری صدی ہجری میں معتزلہ کا پیشوا تھا ۔

۵ ۔ نظامیہ : یہ ابوالہذیل علاف کے شاگرد ابراہیم بن سیارہ نظام کی پیروی کرتے تھے ۔ شہرستانی نے اسے روافض میں ذکر کیا ہے ۔ ۳۹ ہ کیونکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر پر طعن کیا کرتا تھا ۔

۶ ۔ ثمامیہ : یہ ثمامہ بن اشرس نمیری کے پیروکار تھے ۔

۷ ۔ بشریہ : یہ بشر بن مُعمّر بن عباد اسلمی کے پیروکار تھے ۔

۸ ۔ مزداریہ : یہ عیسیٰ بن مسیح مزدار کے پیروکار تھے جو جعفر بن الحرث اور جعفر بن البشر کے شاگرد تھے ۔

۹ ۔ ہشامیہ : یہ ہشام بن عمرو قوطی کے پیروکار تھے ۔

۱۰ ۔ جاحظیہ : یہ مشہور ادیب اور عالم عمرو بن بحر الجاحظ کے پیروکار تھے ۔

۱۱ ۔ جبائیہ : یہ امام ابوالحسن اشعری کے اُستاد محمد بن عبدالوہاب الجُبّائی کے متبعین تھے ، جو تیسری صدی

---

۳۸ ہ فخرالدین رازی : اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین صفحہ ۔ ۴۰

۳۹ ہ شہرستانی : الملل والنحل ۔ جلد ۱ ۔ ص ۵۴

ہجری میں معتزلہ کے امام تھے ۔
۱۲ ۔ بہشمیہ : یہ امام جُبّائی کے بیٹے ابو ہشم عبدالسلام بن ابی علی الجبائی کے معتقد تھے ۔
۱۳ ۔ احشدیہ : یہ لوگ حشد بن ابی بکر کے متبعین تھے جو محمد بن عمر صَیمَری کے شاگرد تھے ۔
۱۴ ۔ خیاطیہ : یہ ابوالحسن عبدالرحیم الخیّاط کے پیروکار تھے جو ابی القاسم کعبی کے استاد تھے ۔
۱۵ ۔ حسینیہ : یہ ابی الحسن علی بن محمد بصری کے پیروکار تھے جو قاضی عبدالجبار احمد کے تلمید تھے ۔
۱۶ ۔ حائطیہ : احمد بن حائط کے پیروکار تھے ۔

اکثر لوگ معتزلہ کو قدریہ کہہ دیتے ہیں ، اس لیے کہ ان کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ انسان کو ایجادِ فعل کی مکمل قدرت حاصل ہے ، اور وہ اپنی اس قدرت میں خدا سے الگ فرد اور مستقل ہستی ہے ۔ معتزلہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں کہ تمام کام اللہ تعالی کی قضا و قدر سے ہوتے ہیں ۔ لیکن معتزلہ میں قدریہ خیالات کے ساتھ ساتھ جبریہ کے کچھ عقائد بھی پائے جاتے ہیں ۔ مثلاً مسئلہ خلقِ قرآن اور قیامت کے روز رویتِ باری تعالی نہیں ہوگی،ان معاملات میں وہ جبریہ کا تتبع کرتے ہیں ۔

معتزلہ کو مناظرے میں بڑا ملکہ حاصل تھا اور ان کے ممتاز متکلمین زیادہ تر خطیب اور مبلغ تھے جو اپنی لسانی قوت اور علم الکلام سے حریف پر غالب آجاتے تھے ۔ چنانچہ علامہ زمخشری کے ہاں بھی معتزلہ کا رنگ نمایاں طور پرپایا جاتا ہے ۔

تفسیر کشاف

اس تفسیر کے نام سے صاف ظاہر ہوتاہے کہ زمخشری کی اصل غرض و غایت یہ تھی کہ اعتزالی نقطۂ نظر سے قرآن مجید کی تفسیرلکھی جائے۔ ابتدا میں سوال و جواب کا طریقہ اختیار کیا گیا ، لیکن بعد میں اسے ترک کر دیا ۔ علم کلام کےاکثر مسائل وہ بڑی خوبی سے حل کرتے جاتے ہیں اور قرآن مجید سے فصاحت و بلاغت کے ایسے ایسے نکات پیدا کرتے ہیں کہ جن سے

متاثر ہو کر ابن خلدون نے اس کتاب کو علم کلام کی بنیاد قرار دیا ۔

الکشاف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمخشری تفسیر قرآن مجید ، علم حدیث ، علم فقہ ، مختلف قراءتوں اور شعر و ادب کا کتنا بڑا ملکہ رکھتے ہیں اور ان علوم پر ان کی نظر کتنی گہری ہے ۔

زمخشری کی تفسیر کشاف معتزلہ کے ارکان خمسہ "التوحید العدل ، الوعدوالوعید ، المنزلۃ بین المنزلتین ، امربالمعروف و النہی عن المنکر " کے گرد گھومتی ہے ۔ اس لیے ابن خلدون اور دوسرے علمائے اہل سنت نے اس تفسیر کے مطالعہ کو ان لوگوں کے لیے ممنوع قرار دیا ہے جو اہل سُنت کے عقائد میں راسخ نہ ہوں اور علم کلام پر عبور نہ رکھتے ہوں ۔ [۳۰]

علامہ زمخشری نے خود اپنی تفسیر کشاف کی اس طرح مدح کی ہے ۔

ان التفا سیر فی الدنیا بلا عدد
ولیس فیھا لعمری مثل کشافی
ان کنت تبغی الھدی فالزم قراءتہ
فالجھل کا لداء و الکشاف کالشافی [۳۱]

زمخشری بحیثیت مفسر قرآن

علامہ زمخشری کے عہد تک قرآن پاک کی بے شمار تفسیریں احاطۂ تحریر میں آچکی تھیں ۔ ہر مفسّر نے اپنے ذوق طبع کے مطابق کلام پاک سے مطالب اخذ کیے ۔ بعض نے صرف آیات احکام کو اپنا موضوع قرار دیا ، مثلاً تفسیر الاحکام القرآن (ابوبکر جصّاص) اور احکام القرآن (ابن عربی) وغیرہ ۔

بعض مفسرین نے مسائل فقہیہ کے استخراج و استنباط میں اپنی تمام صلاحتیں صرف کر دیں ۔ بعض مفسرین کا ذوق محدثانہ

---

[۳۰] مقدمہ ابن خلدون ۔ ص ۱۰۶۲
[۳۱] معجم الادباء ۔ ج ۱۹ ۔ ص ۱۳۹

تھا ۔ انہوں نے اپنے فن کی ترجمانی کا پورے طور پر مظاہرہ کیا ۔ انہوں آیات قرآنی کی تفسیر میں جس قدر احادیثِ نبویہ ، اقوالِ صحابہ ، اقوالِ تابعین اور اقوالِ سلف صالحین ملے ، جمع کر دیے ۔ ابن جریر الطبری (متوفی : ۳۱۰ ھ) ابن کثیر (متوفی : ۷۷٦ ھ) اور درمنشور السیوطی کی تفاسیر اس ذوق کی ھیں ۔ اگر کسی مفسّر کا ذوق عربی زبان کا تھا تو اس نے قرآن مجید کے نظم و نسق سے فصاحت و بلاغت کے نکات نکالے اور صرف ونحو سے استشہاد کیا ۔ علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفاسیر میں اسی روش کو اختیار کیا ۔ اگر کسی مفسر کو عقلیات و فلسفیانہ مباحث سے دلچسپی تھی تو اس نے تفسیر میں مسائلِ فلسفہ اور دلائلِ عقلیہ کی جانب توجہ دی ، امام فخر الدین رازی (متوفی : ٦۰٦ ھ) نے تفسیر کبیر اسی انداز سے لکھی ۔ اسی طرح اگر کسی کو روحانیات اور عالم ملکوت سے زیادہ تعلق تھا تو اس نے اپنے ذوق کی تسکین کے لیے تفسیر میں فلسفہ و تصوف پیش کیا ۔ شیخ محی الدین ابن العربی (متوفی : ٦۲۸ ھ) کی تفسیر اس طرز کا شاہکار ھے ۔

غرض ہر مفسر نے اپنے ذوقِ طبع اور علمی دلچسپی کے مطابق قرآن پاک کی تفسیر کرنے کی کوشش کی ۔

تفسیر کشاف :

زمخشری نے اپنی تفسیر کی تالیف کا کام مکہ معظمہ میں ۵۲٦ ھ میں شروع کیا تھا ۔ تفسیر کشاف کے ایک نسخے کے مطابق انھوں نے بیت اللہ کے جوار میں اس تالیف سے پیر کے دن ۲۳ ، ربیع الثانی کو فراغت پائی ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ انہوں نے اپنے دوسرے قیام مکہ کے دوران تفسیر مکمل کی [۳۲]

الکشاف کی تالیف میں زمخشری کے دینی رجحان کے علاوہ دیگر کئی عوامل کارفرما رھے ۔ معتزلی علماء عموماً زمخشری سے تفسیر آیات قرآنی میں استفسار کیا کرتے تھے اور ان کی تفسیر کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ بلکہ انہی لوگوں

---

[۳۲] الجوینی : منہج الزمخشری ۔ ص ۷٦

نے زمخشری کو تفسیر لکھنے پر مجبور کیا تھا ـ زمخشری کی تفسیر کے اصل نام سے یہ بات عیاں ہے کہ ان معتزلی علماء کا مدعا یہ تھا کہ وہ اعتزالی نقطۂ نظر سے قرآن مجید کی تفسیر لکھیں جو نص قرآنی کے تمام وجوہِ معنویہ پر مشتمل ہو ـ ۴۳ زمخشری نے اپنی تفسیر میں علم کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ انہوں نے علمِ حدیث ، مسائل فقہیہ ، مختلف قراءات اور علم و ادب کی اس میں خوب وضاحت کی ہے ـ تفسیر میں وہ امامِ لغت اور بہت بڑے متکلم کی حیثیت سے جلوہ گر دکھائی دیتے ہیں ۴۴ اور یہ تمام خصوصیات ان کی اس زیرکی اور علو فہم کی آئینہ دار ہیں جس نے ان کی زندگی کو سنوارا اور انتہائی مہذب بنا دیا تھا ـ

کشاف کے مصادر تفسیر :

زمخشری کی تفسیر الکشاف میں جن مصادر کا خود انہوں نے ذکر کیا ہے ان میں سے زیادہ تر لغت سے متعلق ہیں اور ان کے لکھنے والے زیادہ تر معتزلی خیالات کے لوگ ہیں جیسے وہ خود تھے ـ

١ ـ تفسیر مجاهد ـ (متوفی : ١٠٦ هـ)
یہ معتزلی نہیں تھے ـ

٢ ـ تفسیر عمرو بن عبید المعتزلی (متوفی : ١۴۴ هـ)
اس تفسیر سے زمخشری نے قرأت اور تفسیری مواد نقل کیا ہے ـ

٣ ـ تفسیر ابن ابی بکر الاصم المعتزلی (متوفی: ٢٣٥ هـ)

۴ ـ تفسیر الزجاج (متوفی : ٣١١ هـ)

٥ ـ التفسیر الکبیر للرمانی (متوفی : ٣٨۴ هـ)

زمخشری نے بعض مقامات پر بعینہ الرمانی کی تفسیر کو نقل کر دیا ہے جیسا کہ " الرحمن الرحیم ، الحمد للہ رب العالمین ، ایاک نعبد و ایاک نستعین اور الذین انعمت علیہم "

---

۴۳ الجوینی ـ منہج الزمخشری ـ ص ٧٧ ، ٧٨

۴۴ ایضاً ـ ص ٧٩

کی تفسیر کے سلسلے میں الکشاف میں الرمانی کی پوری عبارتیں موجود ھیں ۔

٦ ۔ تفاسیر العلویین ۔

زمخشری ، حضرت علی ابن ابی طالب اور جعفر صادق وغیرہ سے بہت زیادہ روایات نقل کرتے ھیں ۔

٧ ۔ زمخشری ان تمام فرقوں کی تفاسیر کو جو اعتزال کے مخالف تھے " بدعت " سے منسوب کرتے ھیں ۔

کشاف کے مصادرِ حدیث

زمخشری کی تفسیر میں صراحة" کہیں بھی ذکر نہیں ملتا کہ انہوں نے صحیح مسلم کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف رجوع کیا ۔ کشاف سے صرف اس بات کا پتہ چلتا ھے کہ مصنف نے صحیح مسلم کے علاوہ دیگر مصادرِ حدیث سے بھی رجوع کیا ھے ۔

مصادر القراءات :

زمخشری کے سامنے مختلف قاریوں اور مختلف بلاد و امصار کے مصاحف موجود تھے ۔ مثلاً (١) مصحف عبد اللہ بن مسعود ۔ (٢) مصحف الحرث بن سوید ۔ (٣) مصحف ابی بن کعب ۔ (٤) مصاحف اهل حجاز و شام ۔ (٥) بعض دوسرے مصاحف جن کے بارے میں وہ لکھتے ھیں " وفی بعض المصاحف .... "

مصادر لغت و نحو: [٣٥]

زمخشری کے مصادر لغت و نحو کی تعداد اچھی خاصی ھے ۔ سیبویہ کی کتاب سے وہ عام طور پر استشہاد کرتے ھیں اور وہ ان کے نزدیک بہت قابل تعریف اور لائقِ اعتنا ھے ۔ علاوہ ازیں اس موضوع کی مندرجہ ذیل کتابیں ان کے پیش نگاہ ھیں ۔

١ ۔ ابن السکیت (٢٤٤ ھ) کی اصلاح المنطق ۔

٢ ۔ المبرد (٢٨٥ ھ) کی الکامل

٣ ۔ عبد اللہ بن درستویہ (٣٤٧ھ) کی کتاب المتمم فی الخط والھجاء

---

[٣٥] الجوینی : منهج الزمخشری ۔ ص ٩٠

۴ ـ ابوعلی الفارسی (۳۷۷ ھ) کی کتاب الحجة ـ
۵ ـ ابن جنی (۳۹۲ ھ) کی کتاب التمام اورکتاب المحتسب
۶ ـ الاقلید اس کا ذکر کشاف میں دو دفعہ آیا ھے ـ
۷ ـ ابوالفتح الھمدانی کی البیان ـ

مصادر الادب :[۳۶]

ادب عربی کے بارے میں درج ذیل ذخیرہ ان کے سامنے ھے ـ

۱ ـ الجاحظ کی کتاب الحیوان ـ
۲ ـ ابوتمام کا حماسہ ـ
۳ ـ ابوالعلاء المعری کی کتاب استغفروا واستغفری ـ
۴ ـ زمخشری کی خود اپنی بعض کتابیں مثلاً تواب الکلام ـ

واعظین کے مصادر :

وعظ و تصوف کی بعض کتابوں سے زمخشری صوفیائے متقدمین کے اقوال نقل کرتے ھیں مثلاً شہر بن حوشب ، رابعہ بصریہ ، طاؤوس اور مالک بن دینار کے اقوال ـ

بعض قدیم قصّے کہانیوں کی کتابیں :

مثلاً وہ کہتے ھیں کسی کتاب میں میری نظر سے گزرا ھے کہ ملائکہ کی ایک قسم ایسی ھے جس کے چھ چھ پر ھوتے ھیں ـ

زمخشری کا انداز تفسیر قرآن

جس انداز سے زمخشری نے قرآن مجید کی تفسیر کی ھے اس میں ان کی علمی شخصیت منعکس ھوتی ھے ـ

الکشاف میں زمخشری کی شخصیت کے بہت سے پہلو ھمارے سامنے آتے ھیں مثلاً ایک معتزلی مفکر ، ایک قابلِ قدر مفسر ، ایک عالمِ لغت ، ایک عالمِ نحو ، عالمِ قراءات مختلفہ ، جلیل القدر فقیہ ، بہت بڑا ادیب ، ایک روحانی بزرگ اور ایک اجتماعی مصلح ـــــ تفسیر میں ہر حیثیت سے زمخشری کو دیکھا جا سکتا ھے ـ لیکن ان کی شخصیت کا اعتزالی پہلو سب پہلوؤں پر غالب ھے ـ وہ گویا ایک ایسا شخص ھے جو سب سے

---

[۳۶] الجوینی : منھج الزمخشری ـ ص ۹۱

پہلے مسئلۂ زیر بحث کو عقل کی میزان پر رکھتا ھے اورباقی سب چیزیں اس کے بعد آتی ھیں ۔ ۴۷ھ

زمخشری عقلی مفسر

عقلی مفسرین کے نزدیک عقل کی بڑی قدر و منزلت ھےاور زمخشری انہی میں سے تھے ۔ چنانچہ ان کے نزدیک بحیثیت ایک معتزلی عالم کے عقل سنت ، اجماع اور قیاس سب پر فوقیت رکھتی ھے ۔ زمخشری کے نزدیک عقل ایک آلہ ھے جسے وہ تفسیر کرتے وقت استعمال میں لاتے ھیں ۔ ۴۸ھ

لیکن کبھی کبھی یہ عقل پسندی ، بعض آیات قرآنی کی نص کے مقابلے میں انھیں بے بس کر دیتی ھے جیسا کہ آیت " الذی خلق السموات و الارض و مابینھما فی ستة آیام " کی تفسیر سے واضح ھوتا ھے ۔ ۴۹ھ پھر کبھی کبھی وہ انبیا کو بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دیتے ھیں اور ان کے قلم سے ایسی ایسی عبارتیں معرضِ تحریر میں آجاتی ھیں جو انبیا علیہم السلام کی شان سے ھم آھنگ نہیں ھوتیں مثلاً " عفا اللّٰہ عنک " کی تفسیر میں وہ ایسی زبان استعمال کرتے ھیں جو رسولِ اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی شانِ ادب کے منافی ھے ۔ ۵۰ھ

زمخشری بحیثیت معتزلی مفسر

زمخشری تاویل کے قائل ھیں اور چونکہ وہ ایک معتزلی عالم ھیں اس لیے کوشش کرتے ھیں کہ تفسیر کو ایسے انداز میں ڈھال دیں جو ان کے اعتزالی عقائد و نظریات کے مطابق ھو ۔ کسی شخص کے معتزلی ھونے کے لیے ضروری ھے کہ وہ اصولِ خمسہ کو (معتزلیوں کے خاص طریقے کے مطابق) تسلیم کرتا

۴۷ھ الجوینی : منھج الزمخشری ۔ ص ۹۲
۴۸ھ ایضاً ۔ ص ۹۳
۴۹ھ ایضاً ۔ ص ۹۴
۵۰ھ ایضاً ۔ ص ۹۵ ، ۹۷

هو - یعنی التوحید ، العدل ، الوعدوالوعید ، المنزلة بین المنزلتین (منزلة المومن ومنزلة الکافر) اور امربا لمعروف والنہی عن المنکر - اگرچہ ان میں سے اکثر اصولوں سے عامة المسلمین بھی متفق ہیں ، لیکن معتزلہ اس سلسلے میں اپنے مخصوص نظریات رکھتے ہیں - اعتزال کے یہی اصولِ خمسہ ہیں جن کے گرد زمخشری کی تفسیر گھومتی ہے - اگر کہیں یہ اصول ظاہر نص قرآنی کے ساتھ ٹکراتے ہوں تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ مختلف طریقوں سے اس آیت کے معانی کو اس طرح ڈھال دیں کہ مخصوص اعتزالی عقیدے سے ہم آہنگ ہوجائیں -اس سلسلے میں وہ اپنے تمام علوم و معارف کو اپنی مدد کے لیے لےآتے ہیں - مثلاً -

۱ - وہ اپنے فلسفہ و منطق اور فکری ریاضت کو کسی آیت کے مختلف وجوہ سے ایسے معانی پیدا کرنے میں استعمال کرتے ہیں ، جس سے ان کے اعتزالی مذھب کی خدمت ہو سکے - اس سلسلے میں ان کا سب سے بڑا ہتھیار عقل ہے -

۲ - وہ قرآن مجید کی مختلف قراءات سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایسی قراءات استعمال کرتے ہیں جو ان کے عقیدے میں مددگار ثابت ہو سکیں - [51]

۳ - زمخشری لغت سے بھی مدد لیتے ہیں اور اسے اعتزال کے لیے اپنے تابع کر لیتے ہیں -

۴ - اعتزال کی خدمت کے لیے زمخشری نے علم معانی اور علم بیان سے بھی اعانت لی ہے - چنانچہ جہاں کہیں آیت کے ظاہری معانی ان کے اعتزال کی تائید نہ کرتے ہوں وہاں آیت کو مجازی معانی میں ڈھال دیتے ہیں کہ یہ آیت باب مجاز میں سے ہے - اس طرح زمخشری نے اسلوب تمثیل کو معتزلہ کے عقیدۂ توحید کے ثبوت کے لیے پیش کیا ہے -

۵ - زمخشری نحو کو بھی اعتزال کی خدمت کے لئے استعمال میں لاتے ہیں - چنانچہ اگر کہیں ان کے نزدیک کسی آیت کا ظاہر یا اس کی تاویل اعتزالی عقیدے کے مطابق نہیں

---

[51] الجوینی : منہج الزمخشری - ص ۱۰۲

ھے تو وہ اصل روش سے ہٹے ہوئے نحوی نظر آتے ھیں اور الفاظ کو ایسے معانی پر معمول کرتے ھیں ، جن پر دلالت نمایاں ہو جائے ۔

٦ ۔ اپنی نصرت و تائید کے لیے وہ ضعیف بلکہ موضوع احادیث سے بھی فائدہ اٹھاتے ھیں ۔ لیکن اگر کوئی صحیح حدیث ان کے اعتزالی عقیدے سے ٹکراتی ھے تو وہ اسے شک کی نگاہ سے دیکھتے ھیں پھر اس میں تادیل کی گنجائش نکالتے ھیں اور اس کے لیے قرآن سے مدد لیتے ھیں ۔

زمخشری اپنی تفسیر میں اپنے مخالفین کو بھی ہدف تنقید بناتے اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ھیں ۔ چنانچہ انہوں نے امویوں کے بارے میں بھی اپنے دل کا غبار نکالا ھے ۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ " تفسیر الکشاف " ایک علوی امیر ابن وھاس کے اشارے پر لکھی گئی تھی ۔ ۵۲

زمخشری تفسیر کے آغاز میں اس بات کا اعلان کرتے ھیں کہ وہ بااصول ناجیہ گروہ سے تعلق رکھتے ھیں اور جس راستے پر وہ گامزن ھیں ، دراصل وھی اسلام ھے جیساکہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ١٨ " شھد اللّٰہ انہٗ لاالہ الا ھو " کی تفسیر سے ظاھر ھے ۔

زمخشری ۔ منقولی مفسر :

زمخشری کی دوسری تصویر جو ھمیں نظر آتی ھے وہ ایک قدیم انداز کے مفسر کی ھے ۔ چنانچہ وہ قرآنی نص کی تشریح و تفسیر کے لیے معین اسباب و وجوہ کو استعمال کرتے ھیں ، جن میں پہلی چیز اسباب نزول کی معرفت ھے ۔ کبھی کبھی وہ سبب نزول بیان کرتے ہوئے رایت کی سند بیان کرتے ھیں ، کبھی صرف " قیل " اور " رُوِی " کے الفاظ لاتے ھیں ۔ راویوں کا ذکر نہیں کرتے اور کبھی کبھی نزول آیت کی مناسبت سے فقط چند آراء کا بیان کر دینا کافی سمجھتے ھیں ۔ لیکن ایک رائے کو دوسری رائے پر ترجیح نہیں دیتے ۔ ۵۳

---

۵۲ تفصیل کیلئے دیکھیے ، الجوینی ، منہج الزمخشری ، ص ١٢٢ ، ١٢٨

زمخشری کی منقولی تفسیرکا دوسرا نکتہ مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہے ۔ ان کے نزدیک قرآن کی کوئی آیت ، دوسری آیت کی ناسخ تو ہو سکتی ہے لیکن اجماع ، قیاس اور سنت سے قرآن کا نسخ صحیح نہیں ۔ البتہ وہ کہتے ہیں کہ ایسی سنت جو عام اور متواتر ہو ، وہ بھی اس سلسلے میں مثل قرآن ہی ہوگی ۔ ناسخ و منسوخ کے سلسلے میں جب وہ مختلف آرا پیش کرتے ہیں تو فقط ان کا بیان کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں اور عام طور سے اس پر کوئی تنقید نہیں کرتے ۔ لیکن کبھی کبھی وہ منقولی طریقےکو چھوڑ کر معقولی انداز بھی اپناتے اور اس ضمن میں اپنی شخصیت کو نمایاں کرتے ہیں ۔

قرآن کی تفسیر وہ قرآن سے بھی کرتے ہیں اور یہ اس مقام پر کرتے ہیں جہاں ظاہر الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہ ہو اور الفاظِ قرآن ظاہری یا معقولی اعتبار سے ان کے عقیدۂ اعتزال اور رائے سے متصادم نہ ہوتے ہوں ۔

جس طرح قرآن کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں اسی طرح سُنّتِ رسول بھی قرآن کی تفسیر کا کام دیتی ہے ، جیسا کہ زمخشری "ونزلنا علیک الکتاب تبیانالکل شئی" کی تفسیر میں اس کی وضاحت کرتے ہیں ۔ چنانچہ اس ضمن میں وہ تفسیر قرآن میں آحادیث رسول اور صحابہ و تابعین کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں ۔

زمخشری اپنی تفسیر میں باربار امام حسن بصری رحمة اللہ علیہ کا نام لیتے ہیں ۔ علاوہ ازیں قتادہ اور ابن دعامہ کا بھی کثرت سے ذکر کرتے ہیں ۔

زمخشری عالم لغت

زمخشری کی زندگی کا ایک بہت نمایاں رُخ جوہمیں تفسیر کشاف میں نظر آتا ہے ، لغوی عالم کا ہے ۔ وہ قرآنی الفاظ کے ایسے معانی پیش کرتے ہیں ، جن سے عرب آگاہ ہیں کیونکہ قرآن عربی میں ہےاور اسکے معانی و مطالب ، کلام عرب ہی سے

---

۵۳ الجوینی منہج الزمخشری ۔ ص ۱۵۱

سمجھے جا سکتے ھیں ۔ اس سلسلے میں وہ متقدمین علمائے لغت کے نہج پر چلتے ھیں، جنھوں نے کہ عربوں سے ان کی لغت کو سنا تھا اور پھر انہی کے سماع کے مطابق کلام اللہ کی تفسیر و تشریح کرتے تھے ۔ چنانچہ زمخشری نے بھی ایسا ھی کیا اور سرزمین عرب کے اطراف و اکناف اور صحراوں میں گھومے پھرے ۔ لیکن ایک معاملے میں وہ متقدمین علمائے لغت سے اختلاف بھی کرتے ھیں ۔ ان علمائے لغت نے اپنے استشہاد کی حدود کو جریر کے زمانے تک محدود کر دیا تھا ، لیکن زمخشری اپنے استشہاد لغوی کے دائرے کو بہت وسیع کرتے ھیں اور اس کی حدود کو ابوتمام تک پہنچاتے اور ان سے استشہاد کرتے ھیں ۔

جب وہ قرآنی الفاظ سے بحث کرتے ھیں تو ان کے مصادر اصل کی طرف بھی اشارہ کرتے ھیں اور قاری کو اس پر غور کرنے کی دعوت دیتے ھیں ۔

مترادف قرآنی الفاظ میں بھی وہ فرق بیان کرتے ھیں ۔ ایسا فرق جو دقیق معنوی بنیاد پر قائم ھو ۔

زمخشری عالم نحو

بحیثیت ایک نحوی عالم کے زمخشری کی شخصیت کا یہ پہلو قابل ذکر ھے ۔ کہ جب وہ قرآن پر اعراب کے نقطۂ نظر سے بحث کرتے ھیں تو ان کی توجہ عموماً معنی و مفہوم کی طرف ھوتی ھے ۔ وہ نحوی مسائل سے اس طرح بحث کرتے ھیں کہ یہ مسائل تفسیر قرآن کے لیے خادم ثابت ھوں ۔

زمخشری ھر موقع پر قرآن کے معانی و مطالب اور ان کی ترتیب کو مدنظر رکھتے ھیں۔ان کے نزدیک علم نحو، معنی کا خادم ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ وہ قرآن میں ایسی نحوی تاویلات سے دور رہتے ھیں جن سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ھوتا ۔

علم نحو کو وہ قرآن کے دفاع کے لیے کام میں لاتے ھیں اور ان لوگوں کے خلاف ایک نحوی محاذ قائم کر لیتے ھیں جو قرآن حکیم پر نکتہ چینی کے عادی ھیں ۔

زمخشری عالم قرأءات

زمخشری جن آیات کی تفسیر بیان کرتے ہیں ،وہاں مختلف قرأتوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں،ان سے تفسیر کو تقویت پہنچاتے ہیں ۔

وہ مختلف قرأتوں کے درمیان لغوی حیثیت سے فرق کو واضح کرتے ہیں ، کیونکہ اختلاف قرأءات سے آیات کے معانی میں اختلاف پیدا ہوتا ہے ۔

پھر وہ آیات کی مختلف قرأتوں کے مطابق اس کی مختلف معنوی توجیہات پیش کرتے ہیں تاکہ آیات کی معنوی ثروت کو واضح کیا جا سکے ۔

زمخشری اگرچہ آیات قرآنی کی مختلف قرأتیں پیش کرتے ہیں ، لیکن ان کے نزدیک وہ قرأت زیادہ قابلِ ترجیح ہوتی ہے ، جس کے معانی و مطالب میں زیادہ قوت ہو اور جو تفسیر کے سلسلے میں ان کی زیادہ معاون ثابت ہو سکتی ہو ۔

زمخشری اس قرأت کو بہت اہمیت دیتے ہیں جو اسلوبِ قرآنی کے حسن و جمال اور اس کی معنوی فوقیت کی محافظ ہو ۔ لیکن اگر کوئی قرأت اسلوبِ قرآنی کے حسن و جمال اور اس کی معنوی قوت کو زیادہ اجاگر نہ کرتی ہو تو زمخشری اسے قبول نہیں کرتے اور اس کے مقابلے میں دوسری قرأت کو ترجیح دیتے ہیں جو ان کے پیشِ نگاہ امور کی حفاظت کرنے والی ہو ۔

زمخشری اس رائے کے حامل ہیں کہ ضبط قرأت کے لیے اہلِ نحو کی ضرورت پڑتی ہے ، چنانچہ وہ ہر ایسی قرأت کو ترک کر دینے کے حامی ہیں جو نحوی فائدہ بہم نہ پہنچاتی ہو[۵۴]

زمخشری فقیہہ کی حیثیت سے

زمخشری نے اپنے بارے میں جو تاثر دیا ہے اور کتابوں میں ان کے حالات میں جو چیز ملتی ہے یہ ہے کہ وہ حنفی المسلک فقیہ ہیں ۔ چنانچہ وہ اپنے حنفی ہونے پر فخر کا

---

[۵۴] الجوینی : منہج الزمخشری ۔ ص ۱۲۸ ،

اظہار کرتے ہیں اور اس مکتب فکر کی حاملین کی تعریف کرتے ہیں،لکھتے ہیں :

" الدین والعلم حنیفی و حنفی ۔ "

نیز فرماتے ہیں :

" اللہ اس مسلک کے علما پر راضی ہو "

وہ اپنی حنفیت کا واضح الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں:

واسند دینی واعتقادی و مذہبی الی حنفاء
اختارھم ولست بشافعی المذہب.

لیکن اس کے باوجود وہ خوارزم کے قضاۃ کی مدح سرائی بھی کرتے ہیں جو کہ شافعی تھے ۔ بعض اوقات وہ اپنے مسلک پر کسی دوسرے مسلک کو فوقیت بھی دیتے ہیں ۔ ۵۵ھ جیساکہ آیت "وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن و قدفرضتم لھن " کی تفسیر میں انہوں نے امام شافعی کی رائے کو ترجیح دی ہے ۔

عام طور پر زمخشری بہت سی فقہی آراء کو بیان کردیتے ہیں ، لیکن کسی خاص رائے کے قابل ترجیح ہونے کی تصریح نہیں کرتے ۔

بعض اوقات وہ اپنی خاص فقہی رائے کا اظہار بھی کر دیتے ہیں ۔

زمخشری اپنی فقیہانہ شہادت کے دریعے قرآنی آیات کی فقہی تفسیر کرتے چلے جاتے ہیں اس طوح بہت سے مسائل و رموز حل ہوجاتے ہیں ۔

وہ احکام شریعت کی حکمت کو بھی وضاحت سے بیان کرتے ہیں ۔ ۵٦ھ

زمخشری ادیب کی حیثیت سے

زمخشری تفسیر قرآن کے دوران ایک ادیب کی حیثیت سے بھی نمایاں نظر آتے ہیں ۔ ایک ایسا ادیب حو قرآن کے

۵۵ھ الجوینی : منہج الزمخشری ۔ ص ۱۸۰ ، ۱۸۳

۵٦ھ الجوینی : منہج الزمخشری ۔ ص ۱۸۵ ، ۱۸٦

معانی و مطالب کے حسن و جمال سے پوری طرح آگاہ ہے اور اسلوب قرآنی کا کامل ذوق رکھتا ہے ۔ اگر کسی قرآت کو دوسری پر فوقیت دیتا ہے تو اس کے معنی و اسلوب کی وجہ سے دیتا ہے اور اگر کسی نحوی مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرتا ہے تو اس میں جمال پیدا کر دیتا ہے ۔

زمخشری کی ادبیت کے تمام پہلوؤں میں دینی میلان غالب تھا ۔ ان کے نزدیک فن ، اصلاح کا نام ہے اور شعر صرف اس وقت تک قابلِ قبول ہے جب تک کہ وہ معصیت کی طرف نہ لے جائے جیسا کہ الشعرا یتبعھم الغاوون کی تفسیر میں وہ بیان کرتے ہیں ۔ ۵۷ھ

زمخشری کا ادبی ذہن بعض اوقات انہیں عجیب و غریب ادبی لطائف بیان کرنے پر مجبور کر دیتا ہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک موضوع کا آیت کی تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ہے ، لیکن زمخشری کی فطری ادبیت پسندی نے انہیں اس موضوع کی بحث میں لا ڈالا اور انہوں نے دلچسپ ادبی واقعات بیان کرنا شروع کر دیے ۔ ۵۸ھ

کشاف کے بارے میں تنقیدی آراء

ہر دور میں علمائے عظام کشاف کے متعلق مختلف آراء کا اظہار کرتے رہے ہیں ۔ کسی نے تعریف کے پھول نچھاور کیے تو کسی نے تنقید کے پتھر پھینکے ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ کشاف میں زمخشری کے اعتزالی عقیدے کی نیش زنی کو سب نے محسوس کیا ۔ ابن خلدون (متوفی : ۸۰۸ ھ) تفسیر پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں :

" بعض تفسیریں ایسی ہیں جن میں تحقیق ، صرف نحو اور بلاغت کا عنصر غالب ہے ۔ اس قسم کی تفسیروں میں تفسیر کشاف سرفہرست ہے جو علامہ زمخشری کی مایہ ناز تصنیف ہے ۔ البتہ اس میں ایک خلش ضرور ہے ۔ زمخشری جابجا اپنے معتزلی عقائد کے مطابق دلائل دیتے ہیں ، اس لیے جادۂ انصاف

۵۷ھ الجوینی : منہج الزمخشری ، ص ۱۸۸ ۵۸ھ ایضاً ۱۸۹

سے ان کا قدم ہٹ جاتا ہے ۔ یہی سبب ہے کہ محققین اہل سنت ان کی تفسیر سے کنارہ کش رہتے ہیں اور اس کے مطالعہ کو نقصان سے خالی نہیں سمجھتے ۔ گو اس کا بھی سب کو اعتراف ہے کہ زبان کی نفاست و بلاغت کی حیثیت سے کشاف کا درجہ دیگر تفاسیر میں بہت بلند ہے اور اس سلسلے میں اپنی مثال آپ ہے ۔ ہاں اگر اس کا مطالعہ کرنے والا اہلِ سنت کے مذہب سے بخوبی واقف ہو اور ساتھ ساتھ ان کے دلائل کی معلومات بھی رکھتا ہو تو اس کا دامن تفسیر کے گمراہ کن اثرات سے محفوظ رہے گا اور وہ بے خوف و خطر اس کا مطالعہ کر سکتا ہے اور اس سے نایاب نکاتِ علمیہ حاصل کرسکتا ہے ۔ اگر انسان اس کے خطرات سے محفوظ و مامون ہو تو لغت و اسلوب کے پہلو سے اس کا مطالعہ بہت مفید ہے " ۔ [۵۹]

امام ابن تیمیہ (متوفی : ۷۲۸ ھ) کہتے ہیں کہ بعض تفاسیر ایسی ہیں جن کی فصیح و بلیغ عبارت کے پردے میں بدعت پوشیدہ ہوتی ہے ۔ لیکن لوگ ایسی تفاسیر کے اثرات سے لاعلم ہوتے ہیں ۔ ایسی ہی ایک تفسیر کشاف ہے جو لوگوں میں رائج ہو گئی ہے ۔ لیکن لوگ اس کی فصاحت و بلاغت میں چھپی ہوئی بدعت سے غافل رہے ۔ [۶۰]

تاج الدین السبکی الاشعری (متوفی : ۷۷۱ ھ) کشاف پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کشاف ایک عظیم کتاب ہے اور اس کا مصنف اپنے فن کا امام ہے لیکن اس میں ایک نقص ہے کہ صاحب کشاف بدعت کی طرف مائل ہیں اور اعلانیہ اظہار کرتے ہیں ۔ یہ چیز بعض مواقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سوء ادب کے مترادف ہو جاتی ہے ۔ لہذا اہلِ سنت کو چاہیے کہ کشاف میں اس قسم کی جو بھی بدعت ہے ، اسے دور کر دیں ۔ [۶۱]

---

[۵۹] ابن خلدون ۔ مقدمہ کتاب العبر ۔ ص ۲۴۰

[۶۰] ابن تیمیہ : مقدمہ فی اصول التفسیر ۔ ص ۲۲

[۶۱] السبکی : معید النعم و مبید النقم ۔ ص ۱۱۳ ، ۱۱۰
بحوالہ منہج الزمخشری ۔ ص ۲۶۳ ، ۲۶۲

عظام الدین النیشا پوری اپنی تفسیر النیشاپوری کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ کشاف بلند پایہ تفسیر ہے، اس میں احادیث سے بکثرت استشہاد ہے لیکن فضائل سُوَر کے بارے میں نقادوں نے ان کی منقولہ احادیث کو ضعیف قراردیا ہے ۔

شیخ حیدر تلمید سعد الدین تفتازانی (متوفی : ۸۳۰ ھ) ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں معتزلی عقائدہیں اور پیغمبروں اور راویوں پرطعن کرتے ہیں ۔ [۶۲]

معین الدین الایحبی الصفوی (متوفی : ۹۰۵ ھ) اپنی کتاب جوامع التبیان فی التفسیر میں کشاف پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زمخشری نے سلف کا طریق منقول چھوڑ کر نئے طریقے منہج العقلی کو اپنایا اور قرآن پاک کی تفسیر نقل کی بجائے عقل سے کی ۔ [۶۳]

مشرق کے برعکس مغرب کے تمام ناقدین تفسیر کشاف کو تمام تفاسیر پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ کشاف میں اعجاز القرآن اور بلاغت کے عمدة ترین مباحث بیان کیے گئے ہیں ۔ [۶۴]

حاجی خلیفہ نے کشاف کی شروح کا تذکرہ کرتے ہوئے کئی اهل سنت کے کشاف پر نہایت متعصبانہ اشعار درج کیے ہیں ، جن میں کہا گیا ہے کہ زمخشری نے ایک مذهب کی تصدیق کیلئے ضعیف احادیث کا سہارا لیا ہے ۔ وہ ائمۂ کرام کو مطعون ٹھہراتے ہیں اور گمراہ کن عقائد کو اپنی تفسیر کے ذریعے پھیلاتے ہیں ۔ بدعت کو حق پر ترجیح دیتے ہیں ۔ [۶۵]

کشاف پر بہت سے مضامین لکھے گئے ہیں،کسی نے اس کی تردید کی ہے ، کسی نے اسے صحیح گردانا ہے ، کسی نے اس میں احادیث کی تخریج کی ، کسی نے انتقاد کیا ، کسی نے اختصار و ایجاز کیا ، کسی نے حواشی لکھے ۔ حاجی خلیفہ نے

---

[۶۲] الجوینی : منہج الزمخشری ۔ ص ۲۶۴ ، ۲۶۵

[۶۳] ایضاً ۔ ص ۲۶۷

[۶۴] ایضاً ۔ ص ۲۶۷

[۶۵] حاجی خلیفہ : کشف الظنون ۲ : کالم ۱۴۸۴

کشف الظنون جلد دوم کالم ۱۴۷۷ تا ۱۴۸۳تک ان شروح وحواشی اور ملخصات کا تذکرہ کیا ہے، جو درج ذیل ہیں -

۱ - امام ناصر الدین احمد بن محمدبن میر اسکندری مالکی (متوفی : ۶۸۳ ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الانتصاف ہے - اس میں زمخشری کے اعتزال کو بیان کیا ہےاور اس کو ہدفِ تنقید ٹھہرایا ہے -

۲ - امام علم الدین بن عبدالکریم بن علی عراقی (متوفی : ۷۰۴ ھ) نے الانصاف لکھی جس میں کشاف اور انتصاف پر محاکمہ کیا ہے -

۳ - شیخ قطب الدین مسعود بن مسعود شیرازی(متوفی ۷۱۰ ھ) نے دو جلدوں میں اس پر حاشیہ لکھا -

۴ - علامہ شرف الدین الحسن بن محمد الطیبی(متوفی ۷۴۳ ھ) نے چھ جلدوں میں اس کا حاشیہ لکھا ، حس کا نام فتوح الغیب فی الکشف من قناع الرّیب ہے -

۵ - شیخ فخر الدین احمدبن حسن الجار بردی (متوفی ۷۴۶ ھ) نے حاشیہ تحریر کیا -

۶ - شیخ تاج الدین (متوفی : ۷۴۹ ھ) نے الدرر القیط من البحر المحیط تحریر کی جس میں کشاف کے متعلق مباحث ہیں -

۷ - علامہ عماد الدین یحیی بن قاسم علوی المعروف فاضل یمنی (متوفی : ۷۵۰ ھ) نے دو جلدوں میں حاشیہ لکھا ، جس کا نام 'دُرّر الاصداف فی حل عقد الکشاف ہے -

۸ - امام جمال الدین بن عبد اللّٰہ بن یوسف بن ہشام (متوفی : ۷۶۲ ھ) نے انتصاف اور کشاف دونوں کی تلخیص کی -

۹ - صاحبِ قاموس الفیروز آبادی (متوفی : ۸۱۷ ھ) نے کشاف کے خطبے کی شرح لکھی ، اس کا نام قطبۃ الخشّاف لحل خطبۃ الکشاف ہے -

۱۰ - شیخ سراج الدین بن عمر سلان بلقینی (متوفی : ۸۰۵ ھ) نے تین جلدوں میں حاشیہ لکھا - اس کا نام الکشاف علی الکشاف ہے -

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں تفسیر کشاف کی تقریباً پچاس شروح و حواشی کا ذکر کیا ہے ۔ [۶۶]

زمخشری کے بعد کے اکثر مفسروں نے تفسیر کشاف سے استفادہ کیا ہے : مثلاً

(۱) امام ابو السعادات مبارک بن محمد بن الاثیر الجزری نے الانصاف فی الجمع بین الثعلبی و الکشاف لکھی ، اس میں تفسیر ثعلبی اور کشاف کو جمع کر دیا گیا ہے ۔

(۲) العماد الکندی (متوفی : ۷۲۰ ھ) قاضی اسکندریہ نے اپنی تفسیر کفیل بمعانی التنزیل لکھی اور اس میں کشاف کے نحوی پہلوؤں سے استفادہ کیا ۔

(۳) علامہ شمس الدین ابو الثناء الشافعی (متوفی : ۷۴۶ ھ) نے اپنی تفسیر میں کشاف اور مفاتیح الغیب امام رازی سے استفادہ کیا ۔

(۴) ابو السعود العمادی (متوفی : ۹۸۲ ھ) نے اپنی تفسیر ارشاد العقل السلیم الٰی مزایا الکتاب الکریم میں الکشاف اور اس کے حواشی سے استفادہ کیا ۔

(۵) ابو الفضائل احمد التبریزی کی تفسیر مجمع الالطاف فی الجمع بین لطائف البسیط و الکشاف میں کشاف کے نحوی اور کلامی مباحث کو اپنایا ۔

(۶) امام فخر الدین الرازی (متوفی : ۶۰۹ ھ) جن کی تفسیر " مفاتیح الغیب " فلسفہ اور علم الکلام پر مبنی ہے، معتزلہ کے مخالف تھے ، چنانچہ انہوں نے اپنی تفسیر میں علامہ زمخشری کے عقائد کا فلسفہ اور کلام کے نقطۂ نظر سے رد کر دیا ہے ۔

غرض علامہ زمخشری کی تفسیر یکتائے روزگار ہے اور بلاغتِ قرآن سے متعلق وحید العصر تفسیر ہے ۔ ہر عالم تفسیر قرآن اس کی طرف رجوع کرتا اور اس کے مضامین و مباحث سے مستفید ہوتا ہے ۔

امام یحیٰی بن حمزہ العلوی الیمنی (متوفی : ۷۴۹ ھ)

---

[۶۶] حاجی خلیفہ ۔ کشف الظنون ۲ ۔ کالم ۱۴۸۵

نے الکشاف کے متعلق لکھا ہے کہ عالم و محقق استاد المفسرین علامہ محمود بن عمر الزمخشری نے اپنی تفسیر میں نہایت عمدگی سے وجوہ اعجاز القرآن ، حقائق اعجاز القرآن ، علم معانی اور بیان پر بحث کی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر دیگر تفاسیر سے ممتاز ہے ۔ [۶۷]

---

۶۷ الجوینی : المنہج الزمخشری ۔ ص ۲۷۵